22

# ان تغیرات کے رونما ہونے کا وقت آ چکا ہے جو احمدیت کو دنیا میں قائم کر دیں گے

(فرمودہ 15 ستمبر 1950ء بمقام کراچی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میرے انگوٹھے اور انگلیوں کے درد میں بہت کمی ہے اور اسی لئے میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگا ہوں۔ لیکن ایک لمبے عرصہ تک کھڑے ہونے کی عادت نہ رہنے کی وجہ سے صرف ایک دو منٹ کھڑا ہونے سے بھی میرے پاؤں کے تلووں میں درد شروع ہو گیا ہے جیسے انسان جب لمبی دیر تک بیمار رہتا ہے تو دوبارہ چلتے پھرتے وقت شروع میں وہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔

میں آج جماعت کے دوستوں کو ان کے اس ضروری فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے تبلیغ کے کام کو زیادہ سے زیادہ وسیع کریں۔ وہ وقت قریب سے قریب تر آ رہا ہے جب دنیوی نقطۂ نگاہ سے یا تو احمدیت کو اپنی فوقیت ثابت کرنی ہو گی اور یا اِس جدوجہد میں فنا ہونا پڑے گا۔ اور دینی نقطۂ نگاہ سے اور روحانی نقطۂ نگاہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان تغیرات کے رونما ہونے کا وقت آ چکا ہے اور آ رہا ہے جو کہ احمدیت کو ایک لمبے عرصہ تک کے لئے دنیا میں قائم کر دیں گے اور اس کا غلبہ اس کے دوستوں اور اس کے مخالفوں سے منوا لیں گے۔ مگر ان تمام تغیرات کے لئے انسان کی قربانیاں اور انسان کی جدوجہد نہایت ضروری ہوتی ہے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت نے قربانی کا ابھی وہ نمونہ پیش نہیں کیا جس

نمونہ کے پیش کرنے کے بعد قوم اپنی انتہائی جدوجہد کا مظاہرہ کر دیتی ہے۔ پچھلے دو تین سال سے تحریک جدید کے وعدوں میں سستی ہو رہی ہے اور اس کے ایفاء میں تو نہایت ہی خطرناک غفلت برتی جارہی ہے۔ یہ غفلت اِس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اَب ہم مجبور ہیں کہ یا تو اپنے نصف کے قریب مشن باہر کے بند کر دیں اور یا پھر نصف کے قریب جماعت کے افراد کو اپنی جماعت میں سے نکال دیں کیونکہ وہ وعدہ پورا نہیں کر رہے۔ ان دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کئے بغیر ہمارا گزارہ نہیں چل سکتا۔ مثلاً اِسی سولھویں سال کے وعدے قریباً دو لاکھ اسّی ہزار کے تھے۔ اعلان دسمبر کے قریب ہوتا ہے۔ دسمبر سے اگست تک نو مہینے ہوئے اور اب ستمبر کا مہینہ بھی نصف گزر چکا ہے۔ گویا بارہ میں سے ساڑھے نو مہینے گزر چکے ہیں اور سال کے پورا ہونے میں صرف اڑھائی مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن جماعت کی غفلت کی یہ حالت ہے کہ دو لاکھ اسّی ہزار کے وعدوں میں سے صرف ایک لاکھ بیس ہزار وصول ہوا ہے۔ گویا ساڑھے نو مہینہ میں چالیس فیصدی رقم وصول ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک سال کا چندہ اڑھائی سال میں جا کر وصول ہو۔ اُدھر یہ حالت ہے کہ بیرونی جماعتیں اور بیرونی ممالک اصرار کے ساتھ نئے مبلغ مانگ رہے ہیں اور لوگوں میں سلسلہ کی طرف اِس قسم کی توجہ پیدا ہو رہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جلد ہی اِس آواز کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بلند ہوئی ہے پوری قوت کے ساتھ دوسرے ممالک میں پھیلانے والا ہے۔

سال بھر سے امریکہ کی طرف سے مطالبہ ہے کہ امریکہ جو ہندوستان سے رقبہ میں بہت بڑا ہے اُس میں اَور مبلغ بھجوائے جائیں۔ اس کے صرف جنوب مشرق میں کچھ مشن ہیں لیکن شمال مغرب، وسطِ امریکہ، جنوب مغرب اور شمال مشرق کے علاقے بالکل خالی ہیں اور وہاں کے لوگوں میں جن کے پاس ہمارا لٹریچر پہنچتا ہے یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ جماعت کے مشن ہمارے ملکوں میں بھی کھولے جائیں۔ لیکن جبکہ ہم ان مبلغوں کو بھی خرچ نہ بھجوا سکیں جو اِس وقت باہر کام کر رہے ہیں تو یہ ظاہر بات ہے کہ ہم نئے مشن نہیں کھول سکتے۔ بلکہ چالیس فیصدی چندہ کی وصولی کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں اپنے ساٹھ فیصدی مشن بند کر دینے چاہئیں۔ یعنی بجائے اِس کے کہ امریکہ میں ہم پانچ سات اَور مشن کھول دیں جیسا کہ اُن کا اصرار ہے کہ مرکز کو چھ سات نئے مشن اس ملک میں فوری طور پر کھول دینے چاہئیں ہمیں چاہیے کہ امریکہ کے چار مشنوں میں سے کم سے کم دو بند کر دیں۔

یورپین ممالک میں اِس وقت ہمارے سات مشن کام کررہے ہیں یعنی ہالینڈ میں ایک، انگلینڈ میں دو، جرمنی میں ایک، سوئٹزرلینڈ میں ایک، فرانس میں ایک، سپین میں ایک۔ اب بجائے اِس کے کہ یہ وسیع ممالک جو چالیس چالیس، پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ بلکہ اسّی اسّی ہزار مربع میل کے علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں ہم آہستہ آہستہ ایک ایک کی بجائے دو دو یا تین تین مشن کھول دیں ہمیں چاہیے کہ سارے یورپ کے سات مشنوں میں سے چار کو بند کردیں۔

ہمارے ایسٹ اور ویسٹ افریقہ میں اِس وقت ساٹھ ستّر مشن ہیں۔ لیکن چندہ کی موجودہ حالت ایسی ہے کہ بجائے اِس کے کہ ان ممالک میں ہم اپنے کام کی رفتار کو تیز کریں جیسا کہ ایسٹ اور ویسٹ افریقہ کے قدیمی باشندوں میں احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ مقبول ہورہی ہے اور بجائے اس کے کہ ہم اپنے ساٹھ ستّر مشنوں کو ڈیڑھ سَو بنادیں ہمیں چاہئے کہ ان میں سے چالیس پینتالیس مشن بند کردیں۔

پھر اِس وقت ہمارے دو بیرونجات کے مبلغ اپنی زندگی وقف کر کے آئے ہوئے ہیں اور سات آٹھ امریکن دوستوں کی ان کے علاوہ درخواستیں آئی ہوئی ہیں کہ ہمارے آدمی بھی دینی تعلیم کے حصول کے لئے وہاں آنا چاہتے ہیں۔ اب بجائے اِس کے کہ اِس تعداد کو بڑھا کر ہم آٹھ دس ملکوں کے نمائندوں کو بلائیں، ہمیں چاہئے کہ آئندہ یہ سلسلہ بالکل بند کردیں۔ گویا وہی ایک چیز جس کے متعلق دشمن بھی اقرار کرتا ہے کہ اس میں وہ جماعت احمدیہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اُسی کو ہم اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیں۔ جہاں ہماری دینداری کا سوال آتا ہے دشمن اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے تم کہتے ہو احمدی نیک ہوتے ہیں میرے ہمسایہ میں تو فلاں احمدی رہتا ہے جو جھوٹ بولتا ہے، فلاں احمدی رشوت لیتا ہے یا فلاں احمدی ظلم کرتا ہے۔ اِسی طرح وہ اَور ہزاروں قسم کے اعتراض کرنے لگ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کی ملکی خدمات پر بھی اس کو بہت کچھ اعتراض ہوتے ہیں۔ چاہے ہماری خدمات کتنی ہی بےغرضانہ ہوں دشمن ہم پر اعتراض کرنے سے نہیں رُکتا۔ مثلاً وہ یہی کہہ دے گا کہ یہ لوگ پاکستان کے مخالف اور غدار ہیں۔ مگر جس چیز پر آ کر ایک شدید ترین دشمن بھی چُپ کر جاتا ہے وہ بیرونی ممالک کی تبلیغ ہے۔ اِس مقام پر شدید ترین عِناد رکھنے والوں کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جماعت احمدیہ بہت بڑا کام کررہی ہے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے فوجیوں کی ایک دعوتِ چائے کے موقع پر گفتگو شروع ہوئی تو ایک شخص نے نامناسب اعتراض کرنے شروع کردیئے۔ مگر بات کرتے ہوئے جب بیرونی ممالک کی

تبلیغ کا ذکر آیا تو وہ کہنے لگا کہ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ تبلیغ آپ لوگ ہی کر رہے ہیں۔ گویا ایک ہی چیز جو جماعت کی عزت اور اس کے وقار کو قائم رکھے ہوئے ہے آپ لوگوں کی سستی اور غفلت کی وجہ سے یا تو اسے بند کرنا پڑے گا اور یا پھر فیصلہ کرنا پڑے گا کہ جماعت کے اہم کاموں میں بھی جو لوگ دلچسپی نہیں رکھتے اُن کو الگ کر دیا جائے۔ کیونکہ ایک طرف یہ دعویٰ کرنا کہ جماعت بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف یہ کہنا کہ ہم اپنے کچھ مشنوں کو بند کر رہے ہیں اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم بے ایمان ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم دشمن کو کہیں کہ ہم نے اپنی آدھی جماعت نکال دی ہے تو وہ مشنوں کے کم ہونے پر اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کہے گا کہ جب آپ کی جماعت کم ہوگئی ہے تو مشن بھی لازماً کم ہونے تھے۔ لیکن ایک طرف یہ کہنا کہ جماعت بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف یہ کہنا کہ کام گھٹ رہا ہے اسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

پس میں جماعت کو ایک دفعہ پھر اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ جماعت کراچی کس حد تک تحریک جدید کے وعدوں کو پورا کر رہی ہے جہاں تک نئے نوجوانوں کا تعلق ہے میں دیکھتا ہوں کہ ان کی حالت بہت زیادہ افسوسناک ہے۔ چھٹے سال کے وعدے ایک لاکھ بیس ہزار کے تھے مگر اس میں سے صرف تینتالیس فیصدی وصولی ہوئی ہے۔ حالانکہ نوجوانوں میں اخلاص اور قربانی کی روح پہلوں سے زیادہ ہونی چاہیے کبھی کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک اُس کے نوجوان پہلوں سے زیادہ قربانی کرنے والے نہ ہوں۔ پس ایک طرف تو میں آپ لوگوں کو جو اِس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں اور اتفاق کی بات ہے کہ مجھے پہلے یہیں اِس بات کے کہنے کا موقع ملا توجہ دلاتا ہوں کہ اگر تحریک جدید کے وعدوں کے بارہ میں آپ کے اندر غفلت پائی جاتی ہے تو اسے دور کرنے کی کوشش کریں ورنہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان دو کے علاوہ تیسرا علاج کوئی نہیں۔ مجھے کیمیا گری نہیں آتی کہ آپ چندے نہ دیں اور میں کیمیا گری سے اس کمی کو پورا کر لیا کروں۔ روپیہ بہر حال جیسے آدم سے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آئی ہے جماعت کو ہی مہیا کرنا پڑے گا اور جماعت کے دوستوں کو ہی یہ بوجھ برداشت کرنا پڑے گا۔ نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے کیمیا گری کر کے روپیہ بنایا، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا اور نہ کسی اور نبی نے ایسا کیا۔ میں بھی اُن کی سنت اور طریق پر کیمیا گری

سے یہ روپیہ پیدا نہیں کر سکتا۔ بہرحال جماعت کو ہی یہ چندہ دینا پڑے گا اوران کے ایمان کی آزمائش کے بعد ہی یہ کام چل سکے گا۔ اگر جماعت کے ایک حصہ کو جو وعدہ تو کرتا ہے مگر اس کے ایفاء کی طرف توجہ نہیں کرتا ہمیں الگ کرنا پڑے تو ہم اسکے نکالنے میں ذرہ بھر بھی پروا نہیں کریں گے۔ بلکہ میرے نزدیک تو آدھی یا 3/4 جماعت بھی اگر الگ کر دی جائے تو ہمیں اُس کے الگ کرنے میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوسکتی۔ میں نے ایک وسیع تجربہ کے بعد اور کلامِ الٰہی کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد اِس حقیقت کو پالیا ہے کہ خدائی سلسلوں میں افراد کی کوئی قیمت نہیں ہوتی صرف اخلاص کی قیمت ہوتی ہے۔ اگر جماعت کا کچھ حصہ کٹ جائے یا کاٹنا پڑے تو اِس سے جماعت کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ پھر بھی وہ آگے ہی اپنا قدم بڑھائے گی۔ مگر یہ بھی ایک وسیع مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آدمیوں سے ہی کام لیتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر سو میں سے پچاس آدمی رہ جائیں تو خدائی جماعت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ کامیابی اور فتح کے لئے یہ ضروری ہے کہ پچاس کو سَو بنایا جائے، سَو کو ہزار بنایا جائے اور ہزار کو لاکھ بنایا جائے اور لاکھ کو کروڑ بنایا جائے۔ آدمیوں پر خدائی سلسلوں کا انحصار نہیں ہوتا۔ مگر فتح کے لئے آدمیوں کی اکثریت ضروری ہوتی ہے اور اکثریت پیدا کرنے سے غافل رہنا نادانی اور جہالت کا کام ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہا کہ مجھے آدمیوں کی ضرورت نہیں، اگر میں کہتا ہوں کہ مجھے آدمیوں کی ضرورت نہیں تو اِس کے یہ معنے نہیں کہ ہمیں آدمی بڑھانے کی ضرورت نہیں بلکہ اِس کے صرف اتنے معنے ہیں کہ جماعت کا قیام اور اس کی ترقی آدمیوں پر منحصر نہیں۔ اگر کسی وقت کمزور عنصر کو الگ کر دیا جاتا ہے تو جماعت کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ورنہ کوشش ہم بھی یہی کرتے ہیں کہ ہم سَو سے ہزار بنیں اور ہزار سے دس ہزار بنیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ اکثریت بنا کر اپنے سلسلہ کو غلبہ دیا کرتا ہے۔ یہ صرف جبری طاقتوں کا طریق ہوتا ہے کہ وہ اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت پر حکومت کرنے لگ جاتی ہیں۔ جیسے بالشوزم ہے یا فیسزم (Fascism) ہے یا نا ٹسزم ہے۔ ان کو جب اتنی طاقت حاصل ہوگئی کہ زیادہ لوگوں کو دبا سکیں تو انہوں نے دبا لیا۔ لیکن اسلام اِس کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اُسی وقت اجازت دیتا ہے جب مومنوں کی اکثریت ہو۔ اقلیت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ زبردستی حکومت پر قبضہ کرلے۔ اِس قسم کا خیال قطعاً غیر اسلامی ہے جس کی اسلام تائید نہیں کرتا۔

اب یہ جو تعداد بڑھانے کا سوال ہے یہ تبلیغ سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارے بیرونی مشنوں کی یہ حالت ہے کہ ہم اُنہیں با قاعدہ خرچ بھی نہیں دے سکتے۔ ابھی دو تین تاریں مجھے ربوہ سے آ چکی ہیں کہ وہ ریزروفنڈ جو قرآن کریم کی اشاعت کے لئے قائم ہے اس میں سے خرچ کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے اُنہیں جواب دے دیا ہے کہ مشن بے شک بند کر دیں کیونکہ اس کی جماعت پر ذمہ داری ہے مگر میں یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ ریزروفنڈ جو قرآن کریم کے لئے محفوظ ہے اُسے خرچ کر دیا جائے۔ باقی اس ملک کی تبلیغ ہے دینی نقطۂ نگاہ سے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ نئے لوگ داخل ہوں گے تو ہماری مدد کریں گے۔ لیکن دنیوی نقطۂ نگاہ سے انسان خیال کر سکتا ہے کہ جماعت بڑھے گی تو بوجھ اٹھانے والے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تبلیغ کی طرف بھی بہت کم توجہ ہے۔ یہاں میں آیا ہوں تو میں نے بعض میں تبلیغ کا جوش بھی دیکھا ہے اور ان کے اندر یہ خواہش بھی محسوس کی ہے کہ وہ غیر لوگوں کو میرے پاس لائیں اور انہیں احمدیت سے روشناس کریں۔ مگر مجھ پر اثر یہ ہے کہ جیسے کوئٹہ کی جماعت میں تبلیغ کا جوش تھا اور جس طرح وہ لوگوں کو میری ملاقات کے لئے بار بار لاتے تھے اُتنا جوش یہاں کی جماعت میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی جماعت کو چُن لیتا ہے تو اُسے دین کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ ہمیں کوئٹہ کا کوئی خیال تک نہیں تھا مگر چونکہ میری صحت خراب رہتی ہے اور گرمیوں میں مجھے کسی سرد مقام پر ضرور جانا پڑتا ہے پاکستان میں آنے کے بعد جب ہمیں کوئی اَور جگہ نظر نہ آئی تو ہم کوئٹہ چلے گئے۔ لیکن وہ ہمارا جانا درحقیقت خدائی منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ قادیان سے نکلنے کے بعد ایسی حالت تھی جیسے ایک درخت کی جڑ اُکھیڑ دی جاتی ہے اور اس کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا۔ لیکن کوئٹہ جاتے ہی ہم کو یوں معلوم ہوا جیسے خدا نے ہم کو ایک دوسرا وطن دے دیا ہے۔ وہاں کی جماعت نے جس اخلاص اور محبت کے ساتھ ہمارے ساتھ معاملہ کیا وہ ایسا تھا کہ ہمارے اندر قدرتی طور پر جو بے وطنی کا احساس پایا جاتا تھا وہ ان کے ملنے کے بعد جاتا رہا۔ میں وہاں تین تین مہینے کے قریب رہا ہوں۔ بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے تین تین مہینے اس میں صَرف کر دیئے کہ وہ متواتر لوگوں سے مل رہے ہیں، اُنہیں تبلیغ کر رہے ہیں اور پھر مجھ سے بھی ملوا رہے ہیں۔ جہاں تک کھانے پینے کا سوال ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ لوگوں نے جو مہمانی کی ہے وہ اُن سے زیادہ ہے۔ وہ صرف تین دن کی مہمانی کیا کرتے تھے اور آپ نے ہمارے تمام عرصۂ قیام کی مہمانی

کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ مگر انسان کہیں کھانے پینے کے لئے نہیں جاتا بلکہ کسی کام کے لئے جاتا ہے۔ محض کھانے کو دیکھتے ہوئے تو یہ شکل کوئٹہ سے یقیناً اچھی نظر آئے گی مگر سوال یہ ہے کہ اُن کی قربانی کے مقابلہ میں یہاں کے دوستوں کی قربانی کا کیا حال ہے۔ اُن کی قربانی ایسی اعلیٰ پایہ کی تھی کہ اُسے دیکھ کر حیرت آتی تھی۔ میں وہاں دو مہینے بیمار پڑا رہا اور جماعت سے ملنے کا مجھے بہت ہی کم موقع میسر آیا۔ مگر وہ لوگ اسی اخلاص کے ساتھ ہمارے دروازے پر آکر بیٹھے رہتے تھے اور ان کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہمیں ملنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے بتا دیا کہ اُن کا تعلق محض محبت کا تھا۔ ورنہ بیسیوں لوگ ایسے ہوتے ہیں جو یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ جب نہ ملاقات کا کوئی موقع ملتا ہے، نہ نماز پڑھانے کے لئے وہ باہر آتے ہیں، نہ مجلس میں آکر بیٹھتے ہیں تو پھر ہمارے جانے کا کیا فائدہ؟ مگر کوئٹہ کی جماعت کے دوست باقاعدہ آتے رہے۔ انہیں کبھی ملنے کا موقع نہ ملتا تھا بلکہ شکل دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملتا تھا۔ مگر وہ سمجھتے تھے کہ ہمارا فرض ہے کہ جائیں اور انہوں نے ذرا بھی یہ بات ظاہر نہیں ہونے دی کہ میرے بیمار ہونے یا نہ ملنے سے ان کی کوئی دل شکنی ہوئی ہے یا ان کے احساسات کو صدمہ ہوا ہے۔ بلکہ وہ اَور بھی زیادہ اخلاص میں نمایاں نظر آتے تھے۔ بڑی چیز جو اُن میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے ساتھ ایسے آدمی لائے جو احمدیت کے متعلق مجھ سے مختلف سوالات کریں اور یہ جذبہ اُن میں ہمیشہ قائم رہا۔ ممکن ہے کراچی کی جماعت اگر اس رنگ میں کوشش نہیں کر سکی تو اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ ہم مالیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں جو یہاں سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اگر ہم قریب ہوتے تو ممکن ہے یہ نقص واقع نہ ہوتا۔ بہرحال یہاں کی جماعت نے بھی اس رنگ میں تبلیغ کے مواقع پیدا کرنے کی ضرور کوشش کی ہے کہ انہوں نے کئی دعوتیں کیں جن میں شہر کے معززین آئے اور احمدیت کے متعلق انہوں نے معلومات حاصل کیں۔ مگر دعوتوں کی کثرت بعض دفعہ وہی حالت پیدا کر دیا کرتی ہے جو اُس مرغی کا حال ہوا جو روزانہ سونے کا ایک انڈہ دیا کرتی تھی اور جسے اُس کی مالکہ نے زیادہ کھلانا شروع کر دیا تا کہ وہ روزانہ دو انڈے دیا کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرغی مر گئی۔ بیمار آدمی بھی دعوتوں میں جا کر بیٹھے گا تو اُس کے اعصاب کو نقصان ہی پہنچے گا۔ بہرحال ایسی دعوتوں اور ملاقاتوں کی کثرت فائدہ کی بجائے نقصان دیتی ہے۔ اگر یہ طریق رہتا کہ مقامی جماعت کے لوگ ایسے دوستوں کو تیار کر کے اپنے ساتھ لاتے جو مختلف سوالات کرتے تو یہ زیادہ مفید رہتا۔

دوسرے میں نے ایک اَور فرق بھی دیکھا ہے جس کی طرف میں نے امیر صاحب کو توجہ بھی دلائی تھی مگر باوجود توجہ دلانے کے یا تو وہ بُھول گئے یا پھر جماعت پر اُن کا اتنا اثر نہیں جتنا ہونا چاہیے۔ کوئٹہ میں مجھے بیماری کا ذرا بھی دَورہ ہوتا تو جماعت کے لوگ باہر بیٹھے رہتے مگر مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ مجھے اُن کی آوازیں بھی آتیں اور میں سمجھتا کہ وہ خدمت کے لئے آئے ہیں مگر وہ کبھی کوشش نہیں کرتے تھے کہ مجھ سے بے موقع ملیں اور اس طرح میرے لئے بوجھ ثابت ہوں۔ یہاں بعض دنوں میں مجھے شدید تکلیف تھی اور دل کے ضُعف کے بھی دورے تھے۔ جماعت کے لوگ اصرار کر کے صبح نو بجے سے رات کے دس بجے تک متواتر مجھ سے ملتے رہے۔ اور جب انہیں کہا جاتا کہ میں بیمار ہوں اور میرا گلا بھی بند ہے میں ملاقات کس طرح کر سکتا ہوں تو وہ کہتے کہ ہم تو اتنی دور سے آئے ہیں ہمیں تو ضرور ملنے کا موقع دیا جائے۔ وہ مل کر جاتے تو دوسرا رقعہ آجاتا کہ حضور! ہم اتنی دور سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں ہمیں ضرور ملنے کا شرف بخشا جائے۔ دوسری ملاقات سے فارغ ہوتا تو تیسرا رقعہ آجاتا کہ مجھے ملنے کا موقع دیا جائے۔ حالانکہ کوئی شخص خواہ کسی روحانی مقام پر بھی ہو بیماری بہرحال بیماری ہے۔ بیمار پر زیادہ بوجھ ڈالا جائے گا تو لازماً اُس کے اعصاب ٹوٹ جائیں گے اور وہ کام کے قابل نہیں رہے گا۔

باقی تبلیغ کے متعلق میں نے گزشتہ دنوں خدام الاحمدیہ کو کچھ مشورہ دیا تھا۔ جماعت کے دوستوں کو بھی میں اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ بغیر تبلیغ کے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم کوئی پولیٹیکل جماعت نہیں کہ موقع پا کر اکثریت پر غالب آجائیں اور اپنا اقتدار لوگوں پر قائم کر لیں۔ یہ طریق ہمارے غلبہ کا نہیں۔ ہمارا غلبہ صرف دلوں پر ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سرکاری اداروں پر ہم قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لیں۔ یہ شیطانی طریق ہے۔ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتوں کا طریق نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو کیا وہ ڈنڈے کے زور سے لوگوں کو ٹھیک نہیں کر سکتا تھا؟ وہ ایک دن میں اپنے فرشتے بھیج کر ابوجہل کی گردن مروڑ سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے ابوجہل کی گردن مروڑنے کے لئے نہیں بھیجے بلکہ اس کے بیٹے عکرمہؓ کا دل مروڑنے کے لئے بھیجے اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پس اسلامی طریق یہی ہے کہ دلوں پر غلبہ حاصل کیا جائے اور اس کے لئے تبلیغ ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ تبلیغ کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کر کے احمدیت کے حلقہ کو وسیع کرنے

کی کوشش کریں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں کے بعض دوست واقع میں تبلیغ کرتے ہیں اور اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جدوجہد کے نتیجہ میں ایک جماعت احمدیت کے قریب آ رہی ہے۔ مگر ایک لمبے عرصہ تک ان کے قریب آنے کے دھوکا میں مبتلا رہنا بھی غلطی ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ کی تبلیغ کے بعد اُن کو صاف طور پر کہہ دینا چاہیے کہ اگر آپ لوگ احمدیت کو سمجھ چکے ہیں تو اب آپ کو اس میں داخل ہو جانا چاہیے۔ ورنہ ہمارے نزدیک آپ خود بھی دھوکا میں مبتلا ہیں اور ہمیں بھی دھوکا میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے بعض دوست اتنے بھولے بھالے ہوتے ہیں کہ وہ سالہا سال اس غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ لوگ اُن کی تبلیغ سے احمدیت کے قریب آ رہے ہیں۔ حالانکہ قریب آنے والے کو کبھی تو منزل پر پہنچنا چاہیے۔ اگر وہ نہیں پہنچتا تو اسکے معنے یہ ہیں کہ جسے قریب سمجھا جاتا تھا وہ محض نظر کا دھوکا تھا۔ پس قریب آنے والا تم اُسی کو سمجھو جو واقع میں قریب آ جائے اور احمدیت کو قبول کر لے۔ اگر وہ احمدیت کو تو قبول نہیں کرتا مگر کہتا یہ ہے کہ میں احمدیت کے قریب ہوں تو وہ خود بھی دھوکا میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی دھوکا میں مبتلا کرتا ہے۔

مجھے یاد ہے میں ایک دفعہ شملہ گیا تو ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ "حقیقۃ الوحی" میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض شرائط کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جن لوگوں میں یہ شرائط پائی جائیں گی ہم اُنہیں مسلمان سمجھیں گے۔ کیا آپ ان شرائط کو اَب بھی درست سمجھتے ہیں؟ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ لکھا ہے ہم اُسے بالکل درست سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **ایک شرط** یہ قرار دی ہے کہ ایسا شخص آپؑ کو اپنے تمام دعاوی میں سچا سمجھتا ہو۔ **دوسری شرط** آپ نے یہ لکھی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی تازہ وحی پر ایمان رکھتا ہو۔ **تیسری شرط** آپ نے یہ رکھی ہے کہ اس کے اندر منافقت کا ایک شائبہ تک نہ پایا جاتا ہو۔ اگر یہ تینوں شرطیں کسی شخص میں پائی جائیں تو ہم یقیناً سمجھیں گے کہ وہ مسلمان ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ بتاؤ کیا کوئی غیر احمدی ہے جو اِن شرائط کا پابند ہو؟ وہ کہنے لگا میرا ایک غیر احمدی دوست ہے اُس میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ میں نے کہا اُس سے جا کر پوچھو کہ کیا تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام دعاوی میں سچا سمجھتے ہو؟ اگر وہ کہے ہاں تو پھر اُس سے کہنا کہ کیا تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تازہ وحی پر ایمان رکھتے ہو؟ اگر وہ کہے ایمان رکھتا ہوں تو پھر تیسرا سوال اُس سے یہ کرنا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو تازہ وحی ہوئی ہے اُس میں ایک یہ وحی بھی شامل ہے کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا اور میری بیعت میں شامل نہیں ہوتا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ 1 اگر تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تازہ وحی پر ایمان رکھتے ہو تو بیعت میں کیوں شامل نہیں ہوتے؟ اِس کے بعد لازماً یا تو وہ احمدی ہو جائے گا اور یا پھر ماننا پڑے گا کہ اُس میں منافقت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب انہوں نے اِس رنگ میں اُس غیر احمدی کے سامنے بات پیش کی تو وہ کہنے لگا تم نے مجھے بیعت کے لئے پہلے کبھی کہا ہی نہیں۔ لومَیں آج ہی بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ ایک عرصہ کی تبلیغ کے بعد بھی جو شخص بیعت نہیں کرتا اُس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ احمدیت کے قریب آ چکا ہے غلطی ہوتی ہے۔ ایک حد تک تبلیغ کرنے کے بعد اصرار کرنا چاہیے کہ اب آپ فیصلہ کریں اور ہمیں بتائیں کہ آپ احمدیت میں شامل ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر احمدیت کی آپ کو سمجھ آ چکی ہے تو بیعت کر کے جماعت کے بوجھوں کو اٹھایئے۔ ورنہ اُس دھوکا میں نہ خود رہیئے نہ دوسروں کو رکھیئے کہ آپ صداقت کو مان رہے ہیں۔ اگر اس طرح اصرار کر کے سمجھایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ صداقت کو نہ مانا جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے تو ہزاروں ہزار لوگ اب بھی غیر احمدیوں میں ایسے ہیں جو مان لیں گے۔ لیکن ہزاروں ہزار ایسے بھی نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہم تو محض باتیں کر رہے تھے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ماننا پڑے گا کہ وہ صرف منافق ہیں جو منہ کی باتوں سے دوسروں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔

باقی بڑی چیز نیک نمونہ ہوتی ہے۔ تبلیغ بغیر نیک نمونہ کے نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم باتیں تو بڑی اچھی کرتے ہیں لیکن ہمارا عمل اسلام کے مطابق نہیں تو ہمارے منہ کی باتیں لوگوں پر کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتیں۔ پس ہماری جماعت کے تمام افراد کو ہمیشہ اپنے اعمال پر کڑی نگاہ رکھنی چاہئے اور اپنے بُرے نمونہ سے دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہیں بننا چاہیے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر ملازم پیشہ لوگوں کے متعلق جھوٹ یا سچ یہ شکایت پائی جاتی ہے کہ وہ جنبہ داری کرتے ہیں اور اپنی پارٹی کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ باتیں کس حد تک درست ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کی باتیں لوگوں میں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ پس ہماری جماعت کے جو افراد جس جس کام پر بھی مقرر ہیں اُن کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ ان کا نمونہ احمدیت کے بڑھنے یا نہ بڑھنے میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے اور ان کا فرض ہے

کہ وہ اپنے فرائض کو دیانتداری کے ساتھ ادا کریں۔

دنیا میں دو قسم کے مومن ہوتے ہیں۔ ایک اجڈ مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے میں نے عقل سے کام نہیں لینا۔ صرف قانون سے کام لینا ہے چاہے کسی کو فائدہ پہنچے یا نقصان۔ ایسے شخص کو خواہ ہم اُجڈ کہیں، وحشی کہیں، کم عقل کہیں، لیکن اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اُس میں ایمان ضرور ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک عقلمند مومن ہوتا ہے اُسے جہاں قانون اجازت دیتا ہے وہاں وہ دوسروں کو فائدہ پہنچا دیتا ہے اور اس بات کی پروانہیں کرتا کہ لوگ اُس پر اعتراض کریں گے۔ وہ جس شخص کو بھی مظلوم دیکھتا ہے یا جس کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور قانون اُس کے راستہ میں حائل نہیں ہوتا اُسے فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ اور قانون کے اندر رہتے ہوئے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے افسروں کے سامنے عَلَی الْاِعْلَان تسلیم کر سکے کہ ہاں! مَیں نے فلاں کو فائدہ پہنچایا ہے۔ جو ایسا کہہ سکے اس کے لئے دوسرے کو فائدہ پہنچانا جائز ہے۔ لیکن اگر وہ چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا فلاں افسر نے کیا ہے یا میرے فلاں ساتھی نے کیا ہے یا اس میں یہ غلط فہمی ہوگئی ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے نا جائز کیا ہے۔ بہرحال اگر کوئی شخص عَلَی الْاِعْلَان کہہ سکے کہ میں نے فلاں شخص کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے تو اس کے لئے دوسرے کی مدد کرنا جائز ہے۔ کیونکہ قانون کے بھی بعض حصے ایسے ہوتے ہیں جن کے ماتحت دوسرے کی جائز مدد کی جاسکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کہیں گے کہ اس نے اپنے فلاں دوست یا واقف کی مدد کی ہے۔ سو یہ اعتراض کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ انسان کہہ سکتا ہے کہ جو میرا واقف تھا اُسی کو میں فائدہ پہنچا سکتا تھا۔ جو واقف ہی نہیں اُس کو فائدہ کیا پہنچایا جا سکتا ہے۔

بہرحال افسروں کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے پوری کوشش کرنی چاہیے کہ انہیں دیانتداری کے دو مقاموں میں سے ایک مقام ضرور حاصل ہو جائے۔ ایک مقام تو یہ ہے کہ انسان کہے میں اجتہاد سے کام نہیں لیتا مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اجتہاد سے کام لوں اور بعد میں میری ضمیر مجھے ملامت کرے۔ میں لفظی طور پر قانون کے پیچھے چلوں گا خواہ کسی کو فائدہ ہو یا نقصان۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ انسان قانون کے اندر رہتے ہوئے عقل اور اجتہاد سے کام لے کر دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔

مگر اس میں بھی وہ انصاف سے کام لینے والا ہو یہ نہ ہو کہ بعض کو نقصان پہنچ جائے۔ یا بعض سے وہ اس لئے حُسنِ سلوک کرنے یا اُن کی مدد کرنے کے لئے تیار نہ ہو کہ میرا محدود دائرہ محدود دوستوں تک ہی قائم رہے گا۔ کسی اَور کو میں اس میں شامل کرنے کے لئے تیار نہیں۔

باقی اپنے کاموں میں دیانتداری اور محنت اور چُستی سے کام لینا خصوصاً نوجوانوں کے لئے ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ جہاں بھی نوجوانوں کو کام پر لگایا جاتا ہے وہاں اُن کی سُستیاں اور غفلتیں اتنی نمایاں ہوتی ہیں کہ کام رُک جاتا ہے یا کم از کم وہ ترقی نہیں ہوتی جو عام حالات میں ہونی چاہیے۔ گورنمنٹ کے دفتروں میں تو انسان مجبور ہوتا ہے کہ محنت کرے۔ سلسلہ کے کاموں میں بھی انسان کو محنت اور قربانی اور دیانت اور چُستی اور وقت کی پابندی کا نمونہ دکھانا چاہیے۔ میں نے دیکھا ہے کہ گورنمنٹ کے محکموں میں ہمارے جہاں بھی احمدی دوست کام کر رہے ہیں وہ نہایت مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ محنت اور عقل سے کام کرتے ہیں اور گورنمنٹ بھی جانتی ہے کہ یہ لوگ ہم پر بوجھ نہیں بلکہ ہمارے لئے کمائی پیدا کرنے والے ہیں۔ اگر ایک شخص ایک ہزار روپیہ تنخواہ لیتا ہے اور بیس ہزار گورنمنٹ کو کما کر دیتا ہے تو وہ یقیناً ایک مفید وجود ہوتا ہے اور اُس کی ہر جگہ قدر کی جاتی ہے۔ یہی نمونہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو اپنے تمام کاموں میں دکھانا چاہیے اور چُستی اور محنت اور دیانتداری کے ساتھ اپنا ہر کام سرانجام دینا چاہیے۔

میرا ارادہ یہاں صرف دس بارہ دن ٹھہرنے کا تھا مگر پھر میں نے پانچ دن اَور بڑھا دیئے تا کہ دوسرا جمعہ بھی میں یہاں پڑھا سکوں اور آپ لوگوں کو اپنے فرائض کی طرف توجہ دلاؤں۔ یہ زندگی صرف چندروزہ ہے۔ اِس دنیا میں نہ میں نے ہمیشہ رہنا ہے نہ آپ نے۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے ایک نیک بنیاد قائم کر دیں گے تو ہم اور ہماری نسلیں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائیں گی۔ لیکن اگر ہم اس نیک بنیاد کو قائم کرنے میں حصہ نہیں لیں گے تو آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ گو روحانی نقطۂ نگاہ کے ماتحت ہم کچھ کریں یا نہ کریں یہ سلسلہ بہرحال ترقی کرتا چلا جائے گا۔ کیونکہ یہ کسی انسان کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ لیکن دنیوی نقطۂ نگاہ کے ماتحت ہم اور ہماری اولادیں اُن انعامات سے محروم ہو جائیں گی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اِس سلسلہ کی خدمت کرنے

والوں کے لئے مقدر ہیں اور جو لازماً ایک دن ملنے والے ہیں۔ زمین ٹل جائے آسمان ٹل جائے آخر احمدیت نے دنیا میں قائم ہونا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی ایک اٹل تقدیر ہے۔ اُس کی طرف یہ منسوب کرنا کہ اس نے اپنا ایک مامور بھیجا مگر وہ ہار گیا ایک پاگل پن کی بات ہے۔ اگر خدا ہے اور اگر خدا اپنے نبیوں کو بھیجتا رہا ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تھا تو ہم اپنے وجود میں شبہ کر سکتے ہیں، ہم اپنے کان، ناک، منہ اور زبان میں شبہ کر سکتے ہیں، ہم اپنے بیوی بچوں کے وجود میں شبہ کر سکتے ہیں مگر ہم اِس بات میں کوئی شبہ نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ کا مامور اور مُرسل جس تعلیم کو لے کر آیا ہے وہ یقیناً اپنے وقت پر کامیاب ہوگی۔ دشمن اس سے ٹکرائے گا تو پاش پاش ہو جائے گا۔ جس طرح ایک دریا کی زبردست لہریں چٹان سے ٹکرا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتی ہیں اُسی طرح ان کی مخالفت ناکام ثابت ہوگی اور یہ سلسلہ عروج حاصل کرتا چلا جائے گا۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر سے ہم نے کتنا فائدہ اٹھایا ہے۔ لوگ نہ ہونے والی چیزوں کے متعلق اپنا پورا زور صَرف کر دیا کرتے ہیں اور ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو یقیناً ہونے والا ہے اور جس کی پُشت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے **2**

اگر خدا تعالیٰ کی بات ٹل جائے تو اُس کی خدائی ہی باطل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کی باتوں میں فرق یہی ہوتا ہے کہ بندہ بعض دفعہ پورے سامانوں کے ساتھ اٹھتا ہے اور ناکام ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس بات کا فیصلہ کر لے اُس کے پورا ہونے میں کوئی چیز روک نہیں بن سکتی۔ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اگر آپ اِس کام میں حصہ لے کر آنے والی کامیابی کو قریب کر دیں اور خدا تعالیٰ کی بات کو پورا کر کے اُس کا ہتھیار بن جائیں۔ کیونکہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا ہتھیار بن جاتا ہے وہ بابرکت ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ میں تجھے بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔**3** اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے آپ کے جسم سے چُھو کر بابرکت ہو گئے تو یہ سمجھ لو کہ اگر تم خدا تعالیٰ

کے ہتھیار بن جاؤ گے تو تم میں کتنی برکت پیدا ہو جائے گی۔ یقیناً اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم کے ساتھ چُھو جانے کی وجہ سے آپ کے کپڑوں کو برکت حاصل ہوگئی تو وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا ہتھیار بن کر خود اُس کے ہاتھ میں آجائے گا وہ ان کپڑوں سے بہت زیادہ بابرکت ہوگا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اگر برکت دی تو خدا نے دی اور آپ کے کپڑوں کو بھی اگر برکت دی تو خدا نے دی۔ پس یقیناً وہ ان برکتوں کا وارث ہوگا جو دنیا کی بڑی سے بڑی حکومتوں اور طاقتوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔" (الفضل مورخہ 29 ستمبر 1950ء)

1: کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 321 میں "جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ" کے الفاظ ہیں۔

2: درثمین اردو صفحہ 158۔

3: تذکرہ صفحہ 10 ایڈیشن چہارم میں "میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" کے الفاظ ہیں۔